شیخ الاسلام ملا خسروؒ اور ان کی تصنیف درر الحکام کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Sheikh al-Islam Molla Khusro and the Place of his Book "Durar al Hukkam" in the Ottoman Era

☆ڈاکٹر محمد التماس خان
لیکچرر شعبہ اسلامیات، جامعہ پشاور
☆☆ڈاکٹر نوید اقبال
استاذ شعبہ اسلامیات، جامعہ کوہاٹ

Abstract:

Molla Khusro was one of the most famous and intelligent scholars of ottoman era. In the 14th century during the era of Caliphate Murat II, he completed the religious education and started teaching in Shah Malik madrasa. He also worked as mufti and Qazi (justice) in different cities after serving in the army as teacher and Qazifor many years. He is not only known as Qazi or mufti but is also for being sheikh ul Islam. He is also famous for writing several books about the Arabic language, fiqh (jurisprudence), Principles of Islamic jurisprudence and literature. His most famous book is Durar al hukkam in which he reviewed the problems related to justice affairs. Later, Qazi (justice) used to refer to this book in matters of dispute. In this paper we will discuss briefly the life of Molla Khusro and the place of his book in the ottoman era. The topic is mostly written in the Turkish language so we will be focusing on such references.

Key Words: Molla Khusro, Ottoman era, Durar al hukkam, Book value.

سلطنت عثمانیہ ایک خاندان کی طویل ترین حکمرانی کا سلسلہ ہے جو 1300 عیسوی سے لے کر 1922 تک جاری رہتا ہے۔ یہ سلطان حکمرانوں اور بادشاہوں والے شوق بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ بڑے بڑے محلات، قلعے، مساجد، مدارس اور اسی طرح پینے کے پانی کے مراکز بہت خوبصورت قائم کرتے تھے۔ ترک سلطانوں اور بادشاہوں کو اسلام سے خصوصی لگن اور محبت تھی۔ یہ محبت عقیدت کی جھیل میں جنم لیتی تھی اور تصوف کے پالنے میں پلتی تھی اور یہ لوگ جب جوان ہوتے تھے تو یہ زندگی کے ہر لمحے کو اس محبت کی تصویر میں سمونے میں لگ جاتے تھے۔ ملا خسروؒ بھی اس عظیم اسلامی سلطنت کے نامور اور عظیم حکمران سلطان مراد ثانی اور انکے بیٹے سلطان

محمد فاتح استنبول کی دور خلافت میں مختلف شہروں میں قاضی، مفتی اور تدریس کے شعبے پر فائز رہے۔ آپکی خصوصیات میں سے سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ آپ سلطان محمد فاتح کے قریب اور قابل اعتماد علماء میں سے ہونے کے علاوہ سلطان محمد فاتح نے آپکو پہلے استنبول بلا کر استنبول کا قاضی بنایا پھر بعد میں شیخ الاسلام کے مرتبے پر فائز کیا جو کہ دینی اعتبار سے سب سے اونچا مرتبہ ہوتا تھا۔ ملا خسروؒ نے بھی نہ صرف سلطان محمد فاتح کے حکم کی تکمیل کی بلکہ آپ نے بھی معاشرے کی اصلاح اور تربیت کے علاوہ عدالتی نظام کو بہتر اور منظم کرنے میں ایک بنیادی ستون کا کردار ادا کیا۔ چنانچہ طویل عرصے تک قاضی اور مفتی کے منصب پر رہتے ہوئے سامنے آنے والے منفرد مسائل کا جائزہ لے کر قاضیوں اور مفتیان کرام کی سہولت اور آسانی کی خاطر اسلامی قانون سے متعلق غرر الاحکام کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا، لیکن بعد میں ضرورت کی پیش نظر خود سے ۲ ضخیم جلدوں میں درر الحکام کے نام سے ایک مدلل شرح لکھی جو طویل عرصے تک قاضیوں اور مفتیان کرام کے لیے ایک مستند مرجع اور منبع رہی۔

ا۔ ملا خسرو حنفیؒ کی حالات زندگی:

ملا خسروؒ کا اصل نام محمد تھا۔ آپ کے والد کا نام فرامورز تھا۔ ملا خسرو کے والد فرامورز نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح عثمانی امراء میں سے خسرو نامی شخص کیساتھ کرایا تھا۔ ملا خسرو کے والد آپ کے بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے۔ چنانچہ والد کی وفات کے بعد ملا خسرو کو انکے بہنوئی خسرو نے اپنی حفاظت اور کفالت میں لیا۔[1] جس کی وجہ سے ابتداء میں محمد کو "خسرو قاینی "یعنی "خسرو کا سالہ" کے لقب سے پکارا جاتا تھا، لیکن بعد میں وقت کے گذرنے کیساتھ آپکو اپنے بہنوئی خسرو کے نام سے پکارا جانے لگا یہاں تک کہ آپ اسی نام کے ساتھ علمی حلقے میں بھی مشہور ہوئے۔[2] ترک مورخ طاشکو بریزادہ نے ملا خسروؒ کے والد کا اصلا ارساق کے امراء اور رومی علاقے سے ہونے کو بیان کیا ہے، یعنی اصل میں رومی تھے، جو بعد میں مسلمان ہوئے تھے۔[3] مجدی آفندی نے اپنی کتاب شقائق کے ترجمہ میں ملا خسروؒ کے والد کا موجودہ ترکی کے توکات نامی شہر کے ایک گاؤں میں رہنے کو بیان کیا ہے لیکن اس کے علاوہ تاریخی کتابوں میں ملا خسروؒ کے والد کی پیدائش کے بارے میں کوئی معلومات موجود نہیں کہ وہ کس شہر میں پیدا ہوئے ہیں البتہ موجودہ تاریخی کتابوں میں ملا خسرو کی پیدائش کے بارے میں، سواس، توکات اور اوزگات جیسے شہروں کے نام ملتے ہیں۔[4]

ملا خسروؒ نے اپنے والد کی وفات کے بعد اپنے بہنوئی کی زیر سرپرستی میں رہ کر دینی علوم کا آغاز اپنے آبائی علاقے سے کیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنا علمی سفر جاری رکھا یہاں تک کہ اپنے وقت کے مشہور اور مستند علماء سے فیض یاب ہو کر اپنا علمی پیاس بجھایا۔ چنانچہ آپ نے اساتذہ میں سے فیض ملا فناری کے بیٹے قاضی یوسف بالیؒ، آدانہ شہر میں علامہ سعد الدین التفتازانیؒ کے شاگردوں

میں سے برہان الدین حیدر الہرویؒ، ملایکان، الشیخ ھمزۃ وغیرہ سے جن کا شمار خلافت عثمانیہ کے عظیم اور جید علماء کرام میں سے ہوتا تھا، ان سے علم حاصل کیا۔[5]

تحصیل علم کے بعد آپ (۸۴۰ھ) میں مدرسہ شاہ ملک میں پہلی بار شعبہ تدریس سے منسلک ہوئے۔ لیکن ۸ سال کے طویل عرصے کے بعد جب ۸۴۸ھ میں جب بادشاہ مراد ثانی کو معزول کیا گیا اور اسکی جگہ ان کا بیٹا تخت نشین ہوا تو انہوں نے ملا خسرو کو مدرسے کی تدریس سے نکال کر فوجی ادارہ (قازسکر) میں ایک اعلی علمی رتبے پر فائز کیا، لیکن ہمیں کہیں پر اس بات کی صراحت نہیں ملی کہ فوجی ادارہ میں آپکی تعیناتی بطور ایک معلم کی تھی یا بطور قاضی کی تھی۔ البتہ فوجی اور عسکری ادارے میں دینی امور اپکے زیر نگرانی میں ہوا کرتے تھے۔ ۸۵۰ھ میں خلیفہ مراد دوئم کا دوبارہ تخت نشین ہونے کے بعد انہوں نے ملا خسرو کو اسی عہدے سے نکال کر ادانہ شہر میں ۸۵۱ھ میں قاضی کے منصب پر فائز کیا چنانچہ آپ نے وہاں پر تین سال تکبطور قاضی اپنے فرائض سر انجام دیے۔[6]

ملا خسروؒ ایک دیندار، متواضع، مخلص اور شفیق انسان تھے۔ اپنے اچھے اور عمدہ اخلاق کی بدولت آپ نے تدریس کے زمانے میں اور اسی طرح دیگر منصبوں پر دینی اور سرکاری خدمات سر انجام دیتے ہوئے لوگوں کی دلوں میں اپنی عزت اور محبت پیدا کرلی تھی، چناچہ جب آپ گھر سے تدریس کے لئے مدرسے کی طرف نکلتے تھے تو لوگ گھر کے دروازے پر ہی کھڑے ہو کر استقبال کیا کرتے تھے اور پھر مدرسے تک برابر جاتے تھے اسی طرح واپسی پر گھر تک چھوڑنے جاتے تھے۔[7]

۲۔ ملا خسروؒ کی تدریسی خدمات:

ملا خسروؒ نے عثمانی دور خلافت کے اہم مدارس میں کئی سالوں تک تدریسی خدمات سر انجام دیں ہیں۔ ۸۴۰ء میں دینی علوم کی تکمیل کے بعد سب سے پہلے آپ نے شاہ ملک نام کے مدرسے سے تدریس کی ابتداء کی۔[8] (خلافت عثمانیہ کے زمانے میں مدارس اسلامیہ حکومت کے زیر نگرانی ہوا کرتے تھے اس وجہ سے مدرسین اور معلمین کی تعیناتی کا عمل بھی حکومت کے زیر نگرانی میں ہوا کرتا تھا)۔ ملا خسروؒ نے مدرسہ شاہ ملک کے علاوہ آدرنہ میں جلبی نامی مدرسے میں بھی تدریس کے خدمات سر انجام دیئے ہیں اس کے علاوہ آپ استنبول کے مشہور مدرسہ آیاصوفیہ کی ابتدائی مدرسین میں سے تھے۔ آیاصوفیہ کا مدرسہ پہلے رومی عیسائیوں کا مشہور چرچ تھا۔ (آیاصوفیا آج بھی استنبول میں اپنی پرانی شکل میں موجود ہے۔ عثمانی دور خلافت کے خاتمے کے بعد جمہوری حکومت کے قائم ہونے کے بعد مصطفی کمال اتاترک نے آیاصوفیا کو تقریبا ۴۵۰ سال بعد مسجد سے میوزیم میں تبدیل کرکے وہاں پر نماز پڑھنے پر پابندی لگادی۔ اس کے بعد ترکی کے موجودہ صدر طیب اردوگان نے کچھ سالوں پہلے پھر سے آیاصوفیا کو مسجد میں تبدیل کرنے کا اعلان کرکے وہاں پر جماعت

کیساتھ نماز پڑھانے کا اہتمام کیا، لیکن افسوس ان کا یہ عمل مزید آگے جاری نہ رہ سکا۔ اس وجہ سے ابھی فی الحال میوزیم کے طور پر ناظرین کے لیے کھولا ہے) لیکن جب سلطان محمد فاتح نے استنبول فتح کیا (ترکی کا شہر استنبول وہ شہر ہے جو دنیا کی تین عظیم سلطنتوں کا دارالحکومت رہا ہے۔ یہ شہر رومی سلطنت، بازنطینی سلطنت اور پھر سلطنت عثمانیہ کا دارالحکومت رہ چکا ہے۔ یہ مشرق اور مغرب کا حسین سنگم ہے، یہ وہ خطہ ہے جہاں ایشیا اور یورپ ملتے ہیں۔ جہاں دو تہذیبوں کا ملاپ ہوتا ہے۔ مجھے بھی استنبول میں جلیل القدر صحابی رسول حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مزار پر جانے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جنہیں مدینہ منورۃ میں رسول کریم ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ قسطنطنیہ (استنبول) کی فتح کے متعلق رسول کریم کے اس فرمان "تم ضرور قسطنطنیہ فتح کروگے، وہ فاتح بھی کیا باکمال ہوگا اور وہ فوج بھی کیا باکمال ہوگی" اور بشارت کو بہت سے مسلم حکمرانوں نے پورا کرنے کی کوششیں کی۔ لیکن سات سو سال کی طویل مدت کے بعد یہ عظیم سعادت سلطان محمد فاتح کے حصے میں آئی۔ اکیس سالہ سلطان محمد فاتح عظیم ترک حکمران سلطان مراد ثانی کے بیٹے تھے۔ رسول کریمؐ کی محبت سے سرشار تھے، نبیؐ کی بشارت کو پورا کرنے کا عزم کیا، اپنی فوج کو جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس کرکے 29 مئی 1453ء کی شام کو سلطان محمد فاتح بازنطینی دارالحکومت استنبول میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ چنانچہ مسلمانوں کی تاریخ میں قسطنطنیہ (استنبول) کی فتح ایک تاریخی کامیابی سمجھی جاتی ہے۔ اس کامیابی سے پھر یورپ میں اسلام کے داخلے کی راہ کھل گئی اور یہ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سرشار ایک اکیس سالہ مسلم نوجوان کا عزم ہی تھا کہ استنبول سے بازنطینی سلطنت کا خاتمہ ہوا اور آج استنبول کی فضائیں اذانوں کی آواز سے گونج رہی ہیں)۔ سلطان محمد فاتح نے ۸۵۷ھ میں آیا صوفیا کو مسجد اور مدرسے میں تبدیل کیا۔ اس کے بعد ۸۶۹ھ میں چرچ کے اطراف میں پادریوں کے لئے بنائے گئے کمروں کو بھی مدرسے کا حصہ بنایا۔ اس کے بعد مزید تبدیلیاں بھی جاری رہیں۔[9] اس کے علاوہ ملا خسرو نے "ساخے سمان" کے نام سے اہم مدرسے میں بھی تدریسی خدمات انجام دی ہیں۔ ساخے سمان نام کا مدرسہ اصل میں استنبول میں عیسائیوں کا حواریوں کے نام سے مشہور دوسرا چرچ تھا۔ سلطان محمد فاتح نے استنبول کو فتح کرنے کے بعد ۸۶۷ھ میں استنبول میں عیسائیوں کے اس مشہور چرچ کو بھی مسجد اور مدرسے میں تبدیل کیا تھا۔ استنبول کے فتح ہونے کے بعد سلطان محمد فاتح نے بہت ہی تیزی کیساتھ استنبول شہر کو علم کا مرکز بنانے کے لئے جگہ جگہ مدارس اور اوقاف کی بنیاد رکھی چنانچہ بہت ہی کم عرصے میں ایک علمی مرکز بنا۔ سلطان محمد فاتح نے ملکی اور غیر ملکی علمی شخصیات کو استنبول آنے کی دعوت تھی چنانچہ آپ کی دعوت پر اکثر علمی شخصیات استنبول منتقل ہوئے۔ ان علمی شخصیات میں سے ایک ملا خسروؒ بھی تھے جن کا بعد میں سلطان محمد فاتح کے ساتھ بہت گہرا تعلق رہا۔[10] ملا خسروؒ نے زندگی کے آخری سالوں میں (۸۷۷ھ میں) استنبول کو خیر باد کہہ کر

وہاں سے بورصہ شہر منتقل ہوئے اور وہاں پر آپ نے ایک نئے مدرسے کی بنیاد رکھی اور پھر وہی پر کچھ عرصے تک تدریس سے منسلک رہے۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد پھر وہ مدرسہ ملا خسرو مدرسے کے نام سے مشہور ہوا۔[11]

۳۔ قاضی کے منصب پر تقرری:

ملا خسروؒ ۸۴۸ھ میں حکومت کی طرف سے سب سے پہلے قاز سکر کے عہدے پر تعینات ہوئے (قاز سکر، خلافت عثمانیہ کے دور میں فوجی ادارے میں ایک بڑا منصب ہوا کرتا تھا جو فوجی ادارے کے شعبہ اسلامی کی نگرانی کیا کرتا تھا) اس طرح سے خلافت عثمانیہ کے فوجی ادارے سے متعلق شرعی امور ملا خسروؒ کے سپرد کئے گئے۔[12] آپ نے ۳ سال تک اس عہدے پر خدمات انجام دیئے، لیکن عثمانی خلیفہ مراد دوئم جب دوسری مرتبہ تخت پر فائز ہوئے تو انہوں نے ملا خسروؒ کو ادرنہ کا قاضی بنایا۔ ملا خسروؒ نے ۳ سال تک قاضی کے عہدے پر خدمات انجام دیے، لیکن خلیفہ مراد دوئم کی وفات کے بعد اور سلطان محمد فاتح کا استنبول فتح کرنے کے بعد سلطان محمد فاتح نے ملا خسروؒ کو استنبول بلا کر انکو استنبول کے قاضی کے منصب پر قائم کیا۔ تقریبا ۵ سال تک ملا خسروؒ استنبول کے قاضی رہے۔ اس کے بعد ۸۶۷ھ / ۱۴۶۲ء میں ملا خسرو نے استنبول کو چھوڑا اور وہاں سے برصہ شہر منتقل ہوئے، وہاں پر کچھ عرصے تک تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے، لیکن سلطان محمد فاتح نے انکو پھر استنبول آنے کی دعوت دی اور انکو شیخ الاسلام کے مرتبے پر فائز کیا اس طرح سے آپ زندگی کے آخری لمحات تک اسی عہدے پر فائز رہے۔[13] سلطان محمد فاتحؒ، ملا خسروؒ کی بہت زیادہ عزت اور اکرام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ملا خسروؒ کی علمی اور فقہی خدمات سے اس قدر متاثر ہوئے تھے کہ ملا خسروؒ کو "عصر حاضر کا ابو حنیفۃ" کہا کرتے تھے۔ ملا خسروؒ، سلطان محمد فاتحؒ کے دربار میں علماء کی مجلس میں بطور رئیس العلماء کے شریک ہوتے تھے۔[14]

خلافت عثمانیہ کے زمانے میں شیخ الاسلام کا لقب اور مقام اس علمی شخصیت کو حکومت کی طرف سے دیا جاتا تھا، جو دینی علوم میں مہارت اور تجربے کیساتھ ساتھ فتوی کے میدان میں بھی قوی اور راسخ العلم ہو، کیونکہ شیخ الاسلام حکومت کے اہم اور اعلی مرتبے پر فائز ہو کر خلفاء اور امراء کی طرف سے بنائے جانے والے قوانین پر قرآن، سنت کی روشنی میں نظر ثانی کیا کرتا تھا اگر کوئی قانون شریعت کے مخالف ہوتا تھا تو انکو آگے لاگو کرنے سے روک دیا جاتا تھا۔[15]

۴۔ ملا خسرو الحنفیؒ کی تصنیفات:

ملا خسرو الحنفیؒ نے فقہ اور اصول فقہ کے علاوہ تفسیر، عربی لغت اور ادبیات میں بھی کئی اہم کتابیں تصنیف کیں ہیں۔ آپکی تصنیفات میں سے بعض درجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مرآۃ الاصول فی شرح مرقات الاصول۔

مرقات الاصول خود ملا خسرو کی اصول فقہ سے متعلق مختصر رسالہ ہے لیکن آپ نے پھر خود سے مرآۃ الاصول کے نام سے اسکی شرح لکھی۔ آپکی یہ کتاب خلافت عثمانیہ کے دور میں طویل عرصے تک مدارس میں درساً پڑھائی جاتی رہی اور کئی بار شائع ہوئی۔[16]

۲۔ غرر الاحکام: ملا خسرو کی فقہی مسائل سے متعلق مختصر کتاب ہے اس کتاب کی بعد میں آپ نے خود ۲ ضخیم جلدوں میں درر الحکام فی شرح غرر الاحکام کے نام سے شرح لکھی ہے۔

۳۔ درر الحکام فی شرح غرر الاحکام۔ اس کتاب کے بارے میں تفصیلی کلام آگے صفحات میں آئے گی۔

۴۔ حاشیہ علی التلویح، صدر الشریعۃ کی اصول فقہ سے متعلق مشہور کتاب التوضیح پر علامہ تفتازانی کی حاشیے کے علاوہ لکھا ہوا حاشیہ ہے یہ کتاب بھی ۱۲۸۴ھ میں استنبول سے شائع ہوئی ہے۔[17]

۵۔ شرح اصول بزدوی: حنفی مذہب کی بنیادی اصول کی کتابوں میں سے ایک فخر الاسلام البزدوی کی کنز الوصول فی سفر فقہ الاصول کتاب ہے۔ ملا خسروؒ نے شرح اصول بزدوی کے نام اس کتاب کی شرح لکھی ہے۔[18]

۶۔ حاشیۃ علی حاشیۃ المختصر للسید شریف: ابن حاجبؒ کی اصول فقہ میں مختصر المنتہی کے نام سے کتاب ہے۔ السید شریف الجرجانیؒ نے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔ ملا خسروؒ نے السید شریف الجرجانیؒ کی اس پر حاشیہ پر حاشیہ لکھا ہے۔ استنبول میں مکتبہ سلیمانیہ سے شائع ہوئی ہے۔

۷۔ رسالۃ فی الولاءِ: ملا خسروؒ کا یہ رسالہ، "رسالۃ الولاء" اور اسی طرح "رسالۃ فی بحث من تولد من حریۃ الاصل والعتق" کے نام سے بھی مشہور ہے۔ ملا خسروؒ کا یہ رسالہ، غلاموں کے حقوق سے متعلق بہت اہمیت کا حامل رسالہ ہے۔

۵۔ درر الحکام فی شرح غرر الاحکام میں ملا خسروؒ کا فقہی منہج

ملا خسروؒ، خلافت عثمانیہ کے جید اور نامور مدرسین اور معلمین میں سے ہونے کے علاوہ اپنے وقت کے بہت ہی قابل اور ذہین قاضیوں میں سے ایک تھے۔ آپ کی ذہانت اور علمی قابلیت کا یہ عالم تھا کہ فاتح استنبول سلطان محمد فاتح نے آپکو شیخ الاسلام کے مرتبے پر فائز کیا تھا۔ چنانچہ آپ طویل عرصے تک قاضی کے منصب پر فائز رہے اور اپنی زندگی کے تجربات اور مشاہدات کی بناء پر قاضیوں کی علمی اور قانونی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ نے غرر الاحکام لکھی۔[19] غرر الاحکام چونکہ اہم فقہی مسائل سے متعلق ایک مختصر سی متن تھی اس لئے ملا خسرو نے بذات خود اسکی ۲ ضخیم جلدوں میں شرح لکھی۔

ملا خسروؒ نے درر الحکام ۱۲ قعدہ ۸۷۷ھ (۱۰ اپریل ۱۴۷۲ء) میں لکھنا شروع کیا، تقریباً ۶ سال کے طویل عرصے میں ۸۸۳ھ (۱۴۷۸ء) میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔[20] ملا خسرو نے شرح مکمل کرنے کے بعد سب سے پہلے اسکو سلطان فاتح محمد کے حضور بطور ہدیہ کے پیش کیا۔ سلطان محمد فاتح کو دیا گیا نسخہ آج بھی استنبول میں موجود ہے۔[21]

ملا خسروؒ کی کتاب درر الحکام ایک فہرست ۳۵ فصول، ۱۲۰ ابواب اور تین الگ مسائل پر مشتمل ہے۔ غرر الاحکام اور درر الحکام مختلف ادوار میں کئی بار شائع ہوئی، لیکن سب سے عمدہ طباعت سلطان عبد الحمید ثانی کے دور میں (۱۳۱۷ھ) ہوئی۔ درر الحکام کا ترکی زبان میں ترجمہ ۱۵۹۵-۱۶۰۳ء کے درمیان سلیمان بن انقروی اور شام کے قاضی غالب اوغلو عثمان کی طرف سے کیا گیا ہے۔[22] درر الحکام، فروعی مسائل سے متعلق ہونے کے باوجود دلائل کے اسلوب اور دیگر خصوصیات کی بناء پر اصول کی کتابوں سے مشابہت رکھتا ہے۔

درر الحکام میں ملا خسرو نے جس اسلوب اور منہج کیساتھ مسائل اور احکام پر تبصرہ کیا ہے وہ درجہ ذیل ہیں:

۱۔ ملا خسروؒ نے کتاب میں مسائل اور احکام کے بیان میں بنیادی مرجع اور منبع قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کو قرار دیا ہے۔ اس لیے بہت سارے مسائل میں آپ نے دلائل کے طور پر صرف آیات اور احادیث پر اکتفاء کیا ہے۔ البتہ فقہاء کے مابین اختلافی مسائل میں آیات اور احادیث کے علاوہ عقلی اور منطقی دلائل بھی بیان کیے ہیں۔[23]

۲۔ مؤلف نے اختلافی مسائل میں حنفی مذہب کی تائید اور ترجیح کے مقام پر قرآن کریم اور احادیث کے علاوہ اجماع، قیاس، استحسان، عرف اور صحابہ کرام کے عمل اور فتاوی کو بھی بطور دلیل ذکر کیے ہیں۔[24]

۳۔ اگر کسی مسئلے میں خود فقہاء حنفیہ کے درمیان اختلاف ہو، یعنی مسئلہ مختلف فیہ ہو تو اس وقت آپ فقہی اقوال اور آراء کے ذکر کرنے میں امام ابو حنیفہؒ کے قول کو مقدم رکھتے ہیں۔ اس کے بعد امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر کے اقوال کو بیان کرتے ہیں۔ ملا خسروؒ کی امام ابو حنیفہؒ سے عقیدت اور ادب، احترام کا یہ حال ہے کہ آپ مسائل میں امام صاحب کے قول کو مرجوح اور غیر مفتی بہ ہونے کے باوجود بھی مقدم ذکر کرتے ہیں۔ جبکہ صاحبین کے قول کو باوجود راجح ہونے کے موٴخر ذکر کرتے ہیں۔ آخر میں اقوال میں سے راجح اور مفتی بہ قول اور رائے کی وضاحت کرتے ہیں۔[25]

۴۔ اختلافی مسائل کے درمیان سامنے آنے والے فرق اور مشابہت کو عقلی اور منطقی دلائل کی روشنی میں بہت ہی عمدہ اور وضاحت کیساتھ بیان کرتے ہیں۔[26]

۵۔ مسائل کی مناسبت سے سب ابواب کے مناسب ترجمۃ الباب قائم کیے ہیں۔ باب کی ابتداء میں لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کرکے ان کے درمیان کی مناسبت کو بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلا؛ نکاح سے متعلق باب کی ابتداء میں لفظ نکاح کے لغوی معنی "جمع کرنا" بیان کرنے کے بعد نکاح کے اصطلاحی معنی یوں بیان کئے ہیں: نکاح بھی چونکہ شوہر اور بیوی کو ایک جگہ جمع کرتا ہے۔ اس وجہ سے نکاح کے اصطلاحی معنی کا لغوی معنی کیساتھ مناسبت واضح ہے۔[27]

۶۔ اختلافی مسائل میں آپ نے متقدمین فقہاء کی طرز پر اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ احناف اور شوافع کے مابین اختلاف کے وقت آپ احناف کے مذہب کو "ہمارے نزدیک"، ہمارے دلائل" جیسے اصطلاحات استعمال کرکے ذکر کرتے ہیں۔ ملا خسروؒ نے بعض اختلافی مسائل اور احکام میں علماء احناف پر اعتراضات بھی کیے ہیں۔[28]

۷۔ مؤلف اختلافی مسائل میں اس قول کو مقدم بیان کرتے ہیں جو انکے نزدیک راجح ہوتا ہے۔ اور پھر اپنی رائے کی تائید میں دیگر اقوال کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ ضعیف اور مرجوح اقوال کو بعد میں ذکر کرتے ہیں۔

۸۔ ملا خسروؒ نے درر الحکام میں معاشرے کی ساخت اور ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی کتاب کو مزید فعال، مدلل اور موٴثر ثابت کرنے کے لیے قاضیوں کیلیے اہم اور ضروری مسائل میں احناف اور شوافع کے اقوال اور آراء کے ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر متقدمین فقہاء کرام کے اقوال کو بھی ذکر کرتے ہیں۔[29]

۹۔ مؤلف، کتاب میں شافعی مذہب کے اقوال اور آراء کو بھی تفصیل کیساتھ بیان کرتے ہیں۔ مذہب شافعی سے متعلق مسائل اور احکام کو تفصیل سے بیان کرنے کی بنیادی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت خلافت عثمانیہ میں شافعی مذہب کے پیروکاروں کی بھی کثیر تعداد موجود تھی۔ اس وجہ سے غالب گمان یہی ہے کہ ملا خسروؒ نے معاشرے میں موجود تمام لوگوں کا لحاظ کیا ہے۔

۱۰۔ ملا خسروؒ، کتاب میں احناف کے اقوال کیساتھ جگہ جگہ شوافع اور مالکی مذہب کے اقوال اور دلائل کو بھی بیان کرتے ہیں، لیکن کتاب میں کہیں پر حنبلی مذہب سے متعلق کسی قول اور رائے سے متعلق کوئی معلومات نہ مل سکی۔

۱۱۔ ملا خسروؒ، اپنی کتاب میں اجتہادی سرگرمیوں کو بھی اہمیت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتاب "مرآۃ الاصول" کے اخر میں اجتہاد میں خطاء اور صواب کے حوالے سے تفصیلی کلام کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے درر الحکام میں ۹۰ مقامات پر "میں کہتا ہوں" جیسے اصطلاح استعمال کر کے اپنی اجتہادی رائے کو بیان کیا ہے۔[30] ملا خسروؒ کی کتاب درر الحکام صرف متقدمین فقہاء کرام اور علماء کرام کی کتابوں، آراء اور اقوال کا خلاصہ نہیں بلکہ بہت سارے مسائل میں اپنی رائے کو راجح قرار دے کر دیگر آراء کو مرجوح شمار کیا ہے۔

۶۔ درر الحکام پر لکھے گئے حواشی اور شروحات

درر الحکام کی ۲۰ کے قریب شروحات اور حواشی لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض درجہ ذیل ہیں:

۱۔ نقد الدرر: محمد بن مصطفی الوانیؒ (وفات، ۱۰۰۰ھ) کا لکھا ہوا حاشیہ ہے۔ درر الحکام پر لکھے گئے عمدہ حواشیمیں سے ایک ہے۔ ۱۳۱۴ھ میں استنبول سے درر الحکام پر حاشیے کی شکل میں شائع ہوا ہے۔[31]

۲۔ حاشیہ علی الدرر والغرر: مصطفی عظیم زادہؒ (وفات، ۱۰۴۰ھ) کی طرف سے لکھا گیا حاشیہ ہے۔ ۱۱۹۹ھ میں استنبول کے مکتبہ سلیمانیہ سے شائع ہوا ہے۔

۳۔ الاحکام شرح درر الحکام: اسماعیل بن عبد الغنی النابلوسیؒ (وفات، ۱۰۶۲ھ) کی طرف سے ۱۲ جلدوں میں لکھی گئی شرح ہے۔ البتہ مؤلف نے درر الحکام میں موجود حنفی مذہب کے اہم مسائل پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

۴۔ نتائج النظر فی حواشی الدرر: نوح بن مصطفی الرومیؒ (وفات، ۱۰۷۰ھ) کا لکھا ہوا شرح ہے۔ ۱۳۱۴ھ میں استنبول کے مکتبہ سلیمانیہ سے شائع ہوا ہے۔[32]

۵۔ غنیۃ ذوی الاحکام فی بغیۃ درر الحکام: حسن بن عمار الشرنبلالی الحنفیؒ (وفات، ۱۰۶۹ھ) کا لکھا ہوا عمدہ حاشیہ ہے۔ مکتبہ احیاء کتب العربیہ سے درر الحکام پر حاشیہ کی صورت میں شائع ہوا ہے۔[33]

۷۔ درر الحکام شرح غرر الاحکام کا عثمانی دور خلافت میں مقام اور اہمیت

عثمانی دور خلافت میں عموماً دو قسم کے قوانین رائج تھے۔

۱۔ پہلی قسم: کتاب اللہ، احادیث مبارکہ، اجماع اور قیاس پر مبنی فقہی کتابوں میں مذکور احکام پر مشتمل قوانین تھے۔ ان احکامات اور قوانین کو شرعی قوانین سے تعبیر کیا کرتے تھے۔

۲۔ دوسری قسم: شرعی قوانین کے مخالف نہ ہونے کے شرائط کو مد نظر رکھتے ہوئے خلفاء اور امراء کے ہاں معروف اور محدود دائرہ کار میں قاضیوں کی مشاورت سے بنائے جانے والے قوانین تھے۔ ان قوانین کو عرفی قوانین سے تعبیر کیا کرتے تھے۔[34]

عرف، اسلامی فقہ میں ایک مستقل اصطلاح ہے اور اسکی بناء پر بعض اوقات احکام میں تبدیلی یا حکم میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے عثمانی دور خلافت میں عرفی قوانین دیگر شرعی قوانین سے الگ مستقل قانون کے طور پر لاگو کئے جاتے تھے۔ البتہ عرفی قوانین کا شرعی قوانین سے کسی قسم کی تعارض اور تصادم کے نہ ہونے کی شرط کیساتھ۔ عرفی قوانین کو عثمانی دور خلافت میں قانون نامے اور خلفاء، امراء کے تنفیذات پر مشتمل ایک خاص قسم کے قانونی نظام سے بھی تعبیر کیا جاتا تھا۔[35]

عثمانی دور خلافت میں قاضیوں اور مفتیان کرام کیلیے ضروری کتابیں اور اسی طرح اسلامی مدارس میں پڑھائی جانے والی کتابیں حنفی مذہب کی بنیادی اور اساسی کتابیں تھیں۔ عثمانی دور خلافت میں جب سلطان محمد فاتحؒ نے استنبول فتح کیا۔ اور استنبول شہر کو دارالخلافہ بنایا تو آپ نے تعلیم نظام کو بہتر بنانے کے سر توڑ کوشش شروع کی۔ آپ نے استنبول شہر میں جگہ جگہ مساجد اور مدارس بنائے۔ اس سلسلے میں آپ نے ملا خسروؒ کو استنبول آنے کی دعوت دی۔ ملا خسروؒ نے نہ صرف دعوت قبول کی بلکہ آپ نے اسلامی نظام تعلیم اور اسی طرح عدالتی نظام میں فعال کردار ادا کیا۔ جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ سلطان فاتح محمد، ملا خسروؒ کی علم اور قابلیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ نے استنبول فتح کرنے کے بعد ملا خسروؒ کو استنبول بلا کر وہاں کا قاضی بنایا۔ پھر بعد میں شیخ الاسلام کے مرتبے پر فائز کیا۔ ملا خسروؒ نے چونکہ درس، تدریس کے ساتھ ساتھ طویل عرصے تک مفتی اور قاضی کے منصب پر بھی خدمات انجام دیے تھے اس وجہ سے آپ نے اس طویل عرصے میں سامنے آنے والے منفرد مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے غرر الاحکام لکھنے کی جسارت کی۔ غرر الاحکام

چونکہ فقہی مسائل کے اصول پر مشتمل ایک مختصر رسالہ تھا۔ اس وجہ سے آپ نے پھر معاشرے میں قاضیوں اور مفتیان کرام کی ضرورت کی پیش نظر غرر الاحکام کی ۲ ضخیم جلدوں میں درر الحکام کے نام سے شرح لکھی۔ اس شرح کی بنیادی خصوصیات میں سے ایک اہمخاصیت یہ ہے کہ آپ نے اختلافی مسائل میں حنفی مذہب کے علاوہ دیگر فقہاء کرام کے اقوال کو بھی ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ مسائل کے استنباط کے سلسلے میں صرف قرآن کریم، احادیث مبارکہ کو بنیاد نہیں بنایا ہے، بلکہ آپ نے قیاس، استحسان اور عرف کو بھی مد نظر رکھتے ہوئے مسائل پر تبصرہ کیا ہے۔ جسکی وجہ سے آپکی کتاب درر الحکام، عثمانی دور خلافت میں ایک بنیادی اور اساسی مرجع، منبع کے طور پر مقبول ہوئی۔ قاضی حضرات اور اسی طرح مفتیان کرام مسائل میں طویل عرصے تک اس کتاب کی طرف رجوع کرتے رہے۔ درر الحکام نہ صرف عدالتی نظام میں ایک قوی اور مستند مرجع، منبع تھی بلکہ نظریاتی پہلو سے بھی فقہی کتابوں نمایاں کتاب رہی۔

المصادر والمراجع

[1] ہوجا سعد الدین، تاج التواریخ، استنبول، ۱۲۲۹ھ، ص، ۴۶۲۔

[2] مجدی محمد آفندی، ترجمۃ شقائق، استنبول، دار الطباعۃ الامیریۃ، ۱۲۶۹، ص، ۱۳۵۔

[3] فرہاد توجا، ملا خسرو، دیانت اسلام انسیکلوپیڈیا، استنبول، ج، ۳۰، ص، ۲۵۲۔ ۲۵۴۔

[4] فرہاد توجا، عثمانی شیخ الاسلام ملا خسرو کی حیات، کتابیں اور افکار، انقرہ، ترکی دیانت وقف، ۲۰۰۸، ص، ۳۵۔ ۳۹؛ اسماعیل حق، عثمانی تاریخ، انقرہ، ترک تاریخی ادارہ، ۱۹۴۹، ج، ۲، ص، ۶۵۲۔

[5] فرہاد توجا، ملا خسرو، دیانت اسلام انسیکلوپیڈیا، استنبول، ج، ۳۰، ص، ۲۵۲۔ ۲۵۴۔

[6] محمد طیب گوکبیلقین، عثمانی اداروں کی تنظیم اور تاریخ تمدن پر ایک عمومی تبصرہ، استنبول، استنبول یونیورسٹی ادبیات فیکلٹی، ۱۹۷۷ء، ص، ۱۷۲۔

[7] احمد رفیق، عثمانی دور کے شیوخ الاسلام، مکتبۃ الامیریۃ، ۱۳۳۴ھ، ص، ۳۲۹۔

[8] احمد رفیق، عثمانی دور کے شیوخ الاسلام، مکتبۃ الامیریۃ، ۱۳۳۴ھ، ص، ۳۲۸۔

[9] احمد رفیق، عثمانی دور کے شیوخ الاسلام، مکتبۃ الامیریۃ، ۱۳۳۴ھ، ص، ۳۲۸۔

[10] جاہد بالتجہ، ۱۵۰۰۔ ۱۶۰۰ کے دور کے عثمانی مدارس، استنبول، مکتبۃ عرفان، ۱۹۷۶ء، ص، ۴۷۔

[11] حسین آتائے، عثمانی دور خلافت میں اعلی دینی تعلیم، استنبول، مطبع در گاہ، ۱۹۹۸، ص، ۷۹؛ جاہد بالتجہ، ۱۵۰۰۔ ۱۶۰۰ کے دور کے عثمانی مدارس، استنبول، مکتبۃ عرفان، ۱۹۷۶ء، ص، ۴۷۔

[12] ہوجا سعد الدین، تاج التواریخ، استنبول، ۱۲۲۹ھ، ص، ۴۶۴۔

[13] احمد رفیق، عثمانی دور کے شیوخ الاسلام، مکتبۃ الامیریۃ، ۱۳۳۴ھ، ص، ۳۲۹۔

[14] احمد رفیق، عثمانی دور کے شیوخ الاسلام، مکتبۃ الامیریۃ، ۱۳۳۴ھ، ص، ۳۲۹۔

[15] دیکھئے: ڈاکٹر فرہاد توجا، ملا خسرو، عالم و مفتی الدولۃ الاسلامیۃ۔

[16] اسماعیل حق، دولت عثمانیہ کے علمی تنظیمات، انقرہ، ۱۹۸۴، ترک تاریخی ادارہ، ص، ۸۷۔ ۸۸۔

[17] اسماعیل حق، دولت عثمانیہ کے علمی تنظیمات، انقرہ، ۱۹۸۴، ترک تاریخی ادارہ، ص، ۲۲۔

[18] بغدادی، اسماعیل پاشا، ہدایۃ العارفین اسماء المؤلفین واثار المصنفین، استنبول، ملی تعلیمی ادارہ، ۱۹۵۵، ج، ۲، ص، ۲۱۱۔

[19] فرہاد قوجا، ملا خسرو، دیانت اسلام آنسیکلوپیڈیا، استنبول، ج، ۳۰، ص، ۲۵۲۔۲۵۴۔

[20] دیکھیے: ملا خسرو، درر الحکام، مکتبۃ احیاء الکتب العلمیۃ، بدون تاریخ، ج، ۱، ص، ۳۔

[21] عارف ارکان، درر الحکام اور غرر الاحکام کے ترجمے، استنبول، ۱۹۸۰، ج، ۱، ص، ۱۷۔

[22] احمد آکدونوز، دیانت اسلام انسیکلوپیڈیا، مادہ، درر الحکام، استنبول، ج، ۱۰، ص، ۲۸۔

[23] احمد آکدونوز، دیانت اسلام انسیکلوپیڈیا، مادہ، درر الحکام، استنبول، ج، ۱۰، ص، ۲۸۔

[24] احمد آکدونوز، گزشتہ صفحہ۔

[25] مثال کیلئے دیکھیے: ملا خسرو، درر الحکام، ج، ۱، ص، ۱۳۹؛ ج، ۲، ص، ۱۲۰۔

[26] مثال کیلئے دیکھیے: ملا خسرو، درر الحکام، ج، ۱، ص، ۱۲۵، ۳۳۸؛ ج، ۲، ص، ۳۔

[27] دیکھیے: ملا خسرو، درر الحکام، ج، ۱، ص، ۱۱۹، ۳۲۵؛ ج، ۲، ص، ۱۲۹۔

[28] دیکھیے: ملا خسرو، درر الحکام، ج، ۱، ص، ۱۷۰۔۔

[29] دیکھیے: ملا خسرو، درر الحکام، ج، ۱، ص، ۵۵، ج، ۲، ص، ۱۴۵۔

[30] کاتب چلبی، مصطفی بن عبد اللہ، کشف الظنون عن اسماء الکتب والفنون، انقرہ، ملی تعلیمی ادارہ، ۱۹۷۱، ج، ۲، ص، ۱۱۹۹۔

[31] دیکھیے: ملا خسرو۔ درر الحکام، ج، ۱، ص، ۴۱۳، ج، ۲، ص، ۸۹

[32] کاتب چلبی، مصطفی بن عبد اللہ، کشف الظنون عن اسماء الکتب والفنون، ج، ۲، ص، ۱۱۹۹۔

[33] کاتب چلبی، مصطفی بن عبد اللہ، کشف الظنون عن اسماء الکتب والفنون، ج، ۲، ص، ۱۱۹۹۔

[34] احمد آکدونوز، عثمانی قانون نامے اور حقوقی تحلیلات، استنبول، ۱۹۹۰، ج، ۱، ص، ۴۶۔

[35] احمد آکدونوز، عثمانی قانون نامے، استنبول، ۱۹۹۰، ج، ۱، ص، ۶۲۔